کربلا: اس کے سماجی و معاشی اثرات

پروفیسر ایس۔ ایم۔ وسیم ☆

کربلا کے سماجی اور معاشی اثرات کو سمجھنے کے لیے خود سانحہ کربلا کے واقع ہونے کے اسباب وعوامل کو واضح طور پر سمجھنا ضروری ہے، اور ان اعلی اقدار کو بھی جنہیں امام حسینؑ اپنے ورثے میں پایا تھا، جن کی پرورش رسول خدا حضرت محمدؐ، اپنے والد علی ابن ابی طالبؑ اور والدہ فاطمہ زہرہؑ بنت رسولؐ کی آغوش میں ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے بھائی امام حسنؑ کو بھی دیکھا تھا جو اعلیٰ الوہی اقدار، عدل و انصاف، امن و آشتی اور معاملات میں حق پرستی پر ثابت قدمی سے قائم رہے اور حیاتِ انسانی اور اس کی نشو ونما کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی تجزیہ نگار کو اس ماحول کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے جس میں یزید پلا بڑھا تھا۔ وہ معاویہ کا بیٹا اور ابوسفیان کا پوتا تھا۔

''جو صفات وخصوصیات حسینؑ نے ورثہ میں پائی تھیں، انہیں کے زیر اثر وہ کہا کرتے تھے: ''صبر ایک زینہ ہے، وفاداری مردانگی ہے، غرور خام خیالی اور کمزوری ہے اور بدکردار سے تعلق انسان میں تذبذب اور وسوسہ پیدا کرتا ہے''۔

''ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جن کا تمہیں استحقاق ہو۔ ظالموں کے ساتھ جینا خود اپنی تحقیر اور گراوٹ ہے۔ حق، عزت و وقار ہے اور ناحق، تنگی'' ۔۲

واقعۂ کربلا کی تفصیلات کا اگر آج کے عالمی تناظر میں تجزیہ کیا جائے تو اس مصیبت زدہ انسانیت کی نجات کے لیے عملی سبق حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اسے روسیاہی کے ان بندھنوں سے آزاد کیا جاسکتا ہے جو متواتر اخلاقی، معاشی، سیاسی اور سماجی وثقافتی (سوشیو کلچرل) گراوٹ کی وجہ سے اسے قعر مذلت میں ڈال رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ کربلا نے حق اور رضائے الٰہی پر سرتسلیم خم کرنے کے

☆ شعبۂ کامرس، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۔ حسینؑ...... نے اپنے والد کے عزم راسخ، ثابت قدمی، عدل، مظلوموں سے ہمدردی اور ظالم کے خلاف غیض وغضب اور دشمنوں کے ساتھ بھی اچھے اور ہمدردانہ سلوک کو دیکھا ...'' جارج جرداق (George Jordac) صوت العدالۃ الانسانیہ، (ندائے عدالت انسانی) ترجمہ ایم۔ فضل حق، ایڈیٹر، امیر علی یمنی، انصاریان پبلیکیشنس، اسلامک ریپبلک آف ایران، ۱۹۹۰ء، ص ۲۹۶

۲۔ ایضاً، ص ۹۹-۲۹۸

تصور کو حیاتِ جاوداں بخش دی ہے۔

اسلام نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے جو بھی روحانی اور اخلاقی و معنوی معیار پیش کیے تھے، اموی حکومت انہیں روندتی چلی جارہی تھی۔ جو لوگ پایۂ تخت کے قریب تھے وہ اس امتیاز کی وجہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے عیش کر رہے تھے، جب کہ عام انسان ناانصافیوں اور زیادتیوں کا شکار تھا۔ قانون الٰہی کے استحکام کے لیے امام حسینؑ نے ظالم یزید سے ٹکر لی۔'' ایک طرف حسینؑ نیکیوں اور حسنِ اخلاق کا عملی نمونہ [پیش کررہے] تھے تو دوسری طرف یزید [اپنے کردار میں] موروثی برائیوں کا بدترین نمونہ تھا۔ اگر حسینؑ لوگوں سے اسی طرح ہمدردی رکھتے تھے جس طرح کہ دنیا میں عظیم المرتبت لوگ عام طور پر رکھتے ہیں، تو یزید انسانی جذبات سے بالکل عاری اور شرم و حیا سے مبرّا تھا''۔[۱]

کربلا حق و باطل کے درمیان جنگ کا مظہر ہے۔ امام حسینؑ کی فتح پر 'فتح' خود نازاں ہے۔ ان کے ان لفظوں (ظالموں کے ساتھ جینا ذلت و رسوائی ہے) کی گرج ان کے عمل سے ثابت ہوگئی جو ہر جگہ اور ہر دور کے انسانوں کو آواز دے رہی ہے کہ زندگی کو بامقصد و بامطلب بنانا چاہتے ہو تو عزت و وقار کے ساتھ جیو۔ اس لیے'' کربلا..... ظلم و جور کے خلاف ایک روشن مشعل، انقلابیوں کے لیے ایک علامت اور غم اور گریہ کرنے والوں کے لیے ایک اساس ہے۔ حسینؑ ہر شریف النفس اور حریت پسند انسان کے دل میں محبت اور وفاداری کی ایک کسوٹی ہیں''۔

'' وہ خودشناس، اٹل انقلابی کے لیے ایک نمونۂ عمل ہیں، جنھوں نے مظلوموں کے حقوق کی بات کی۔ وہ پیغمبرؐ کے ان قریب ترین عزیزوں میں سے ایک ہیں جن سے محبت کا حکم ہمیں اللہ نے دیا ہے''۔[۲]

امام حسینؑ نے یزید کی حکومت میں سیاسی، سماجی، معاشی اور اخلاقی صورتحال کو بگڑتے ہوئے دیکھا، یہ سب کچھ اسلامی قانون اور احادیث و روایت رسولؐ کے خلاف ہورہا تھا۔ عام آدمی پس رہا تھا، اسلامی اقدار روندی جارہی تھیں اور تقسیم زر میں مساوات و انصاف معدوم تھے۔ جو لوگ اثر و رسوخ رکھتے تھے یا سازشوں اور ترکیبوں کا سہارا لے سکتے تھے، وہ پھل پھول رہے تھے اور امیر سے امیر تر ہوتے جارہے تھے اور جو لوگ اپنی سیدھی سچی محنت و مشقت کے ساتھ جی رہے تھے وہ

۱- ایضاً، ص ۲۹۹ ۲- امام حسین اینڈ دی ڈے آف عاشورہ، البلاغ فاؤنڈیشن، اسلامک ریپبلک آف ایران ۱۹۹۲ء، ص ۱۴

محرومیوں اور صعوبتوں کا شکار تھے۔'' یہ وہی یزید تھا...... جس نے کعبہ کا محاصرہ کیا اور منجنیقوں سے اس پر پتھر برسوائے، مدینہ والوں کے خون اور املاک کو اپنے سپاہیوں کے لیے جائز قرار دیا، وہ عیش و عشرت اور شہوت پرستی کی زندگی گزار رہا تھا، اپنے آخری وقت تک بندروں اور کتّوں سے کھیلتا رہا، اور اس کے بعد اموی خاندان کے لوگوں نے اس کی جانشینی کی۔ انہوں نے عوام کے بیت المال کو اپنے عزیز و اقارب میں بانٹ لیا۔علیؑ نے حق و انصاف کو جس مقام پر مستحکم کیا تھا وہ ان کے ہاتھوں تباہ ہوگیا اور ناحق و ناانصاف ٹولے نے حکومت کی باگ ڈور پر قبضہ کرلیا، لوگوں کا ایک گروہ بے حد مالدار ہوگیا اور دوسرا انتہائی مفلس و نادار۔ جس وقت ہزاروں لوگ بھوکے مر رہے تھے اس وقت بنوامیّہ کے خلیفہ نے معبد نام کے مغنّی کو بارہ ہزار دینار بخش دیئے، کیونکہ اس نے اپنی موسیقی سے خلیفہ کو خوش کردیا تھا۔حکومت کے امراء لاتعداد غلام اور کنیزیں رکھتے تھے۔صرف عبدالملک کے بیٹے، سلیمان نے ان میں سے ستر ہزار کو آزاد کیا تھا۔نسل، خاندان اور پارٹی کی بنیادوں پر طرف داری اور تعصب بنوامیّہ کے دور خلافت میں عام بات تھی، ۱؎ حالانکہ اسلام نے اس تعصب کو ختم کردیا تھا اور امام علیؑ نے اس کی کوئی اجازت نہیں دی تھی''۔۲؎

اب مزید تفصیل بیان کیے بغیر یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ اس معاشرے میں دو طبقے تھے۔ ایک وہ جو ''متموّل'' تھا اور دوسرا وہ جو ''محروم'' تھا۔ نتیجتاً کشمکش تھی جو اس طرح کے معاشرے میں ناگزیر ہوتی ہے، جہاں مفلس اور محروم لوگ اچھے دنوں کی توقع کررہے ہوں اور بے ایمان رؤسا اپنے مال و دولت سے عیش کررہے ہوں، اور اپنی دولت میں متواتر اضافہ کر رہے ہوں۔ غلط بنیادوں پر مبنی

۱- مورخین نے مثال کے طور پر بیان کیا ہے کہ عمرو بن العاص مصر میں معاویہ کے گورنر کے پاس دولت میں ۳,۲۵,۰۰۰ دینار، ۱,۰۰۰ درہم، ۲,۰۰,۰۰۰ کے بقدر فصلیں، اور مصر میں ہی ایک مشہور علاقہ جسے الوہت کہا جاتا تھا جس کی مالیت ۱۰,۰۰۰ دینار تھی، موجود تھے۔ ایک اور، عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے ورثے کو ۱۶ حصّوں میں تقسیم کیا تھا ایک حصّہ جو ان کی ہر عورت کو دیا جاتا تھا، وہ ۸۰,۰۰۰ درہم کا تھا۔ (مسعودی، مروج الذہب، ج ۳، ص ۳) مروان بن الحکم کو افریقہ کے ٹیکسوں سے ۵,۰۰,۰۰۰ دینار ملے [ابن اثیر، تاریخ کامل، ج ۳، ص۹]۔ ابن العاص کو ۱,۰۰,۰۰۰ درہم کا تحفہ ملا (ابن قتیبہ الدینوری، المعارف، ص ۸۴)۔ عبداللہ بن خالد کو ۳,۰۰,۰۰۰ درہم کا تحفہ ملا [ابن قتیبہ الدینوری، المعارف، ص ۸۴] یعلی بن امیہ کی دولت کا تخمینہ ۵,۰۰,۰۰۰ دینار تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے افراد پر واجب الادا قرضوں اور وراثت میں حاصل ہونے والی چیزوں کی مالیت ۳,۰۰,۰۰۰ دینار تھی۔ (مسعودی، مروج الذہب، ج ۲، ص ۳۳) سعد بن ابی وقاص نے اپنی موت کے بعد ۲,۵۰,۰۰۰ درہم چھوڑے (طبقات بن سعد ج ۳، حصہ اول، ص ۱۰۵) سعد بن المصیب نے زید بن ثابت کے بارے میں بیان کیا کہ ان کی موت کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے سونے اور چاندی کو کلہاڑی سے توڑا جاسکتا تھا، اس کے علاوہ رقم اور اثاثہ کی قیمت ۱,۰۰,۰۰۰ دینار تھی۔ [ابن اثیر، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۳۳۳] (یہ اقتباسات امام حسینؑ اینڈ دی ڈے آف عاشورہ، البلاغ فاؤنڈیشن، اسلامک ریپبلک آف ایران ۱۹۹۲ء، سے اخذ کیے گئے ہیں۔)

۲- جارج جرداق، سابقہ حوالہ، ص ۲۴۶

معاشی نظام جب ایک غیر منصفانہ سماجی ڈھانچہ ابھارتا ہے تو اس کا اظہار ایک انتہائی غیر متناسب اور لاحاصل معاشی نظام کی صورت میں ہوتا ہے، جس میں آبادی کے کمزور طبقے اور زیادہ محرومی اور مفلسی کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ یزید کے گورنر اور عمال حکومت اس کی بدعنوانیوں سے متاثر ہوئے تھے۔ اس کے دور میں تمام مکہ اور مدینہ میں گانا بجانا عام ہوگیا، موسیقی کے ساز و سامان عام طور پر استعمال ہونے لگے، لوگوں نے کھلے بندوں شراب پینی شروع کردی۔ یزید کا ایک ابی قیس نام کا بندر تھا۔ وہ اسے اس محفل میں اپنے ساتھ ضرور لاتا تھا جہاں وہ اور اس کے ساتھی شراب پیتے تھے۔ وہ اس خبیث بندر کے لیے ایک تکیہ رکھواتا تھا، کبھی ایک جنگلی گدھی پر جسے پالتو بنالیا گیا تھا، زین کسوا کر اور لگام لگا کر بندر کو بٹھا کر گھماتا تھا۔ مقررہ دن پر ابی قیس گھوڑ دوڑ میں گھوڑوں سے مقابلہ کرتا تھا۔ ایک دن بندر دوڑ میں جیت گیا، اس نے گھوڑ دوڑ کے راستہ کے آخر میں رکھی چھڑی کو اٹھا لیا اور گھوڑوں کے سروں پر سوار ہوکر کمرے میں داخل ہوا۔ یہ بندر ایک سرخ اور پیلے ریشم کا لباس پہنے رہتا تھا اس کے سر پر رنگین ریشمی ٹوپی ہوتی تھی جس پر مخصوص طرز کے گلاب (anemone-rose) کا کام ہوتا تھا۔ گھوڑے پر سرخ ریشم کی زین ہوتی تھی جس پر مختلف رنگوں کی چھاپ ہوتی تھی''۔[1]

ولید کی طرف سے یزید کی بیعت کے سوال پر حسینؑ کو مدینہ چھوڑنا پڑا، جس سے ضمیر کی آزادی اور عقیدے کے تحفظ کا پیغام ملتا ہے، جس سے ایک منصفانہ معاشی نظام کے قیام اور بقاء کے لیے راہ ہموار ہوتی ہے۔ امام حسینؑ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن وہاں بھی کسی طرح امان نہ پاکر اور اس مقدس مقام کی حرمت کے تحفظ کے پیش نظر انہوں نے مکّہ کو چھوڑا اور کوفہ [عراق] کا سفر اختیار کیا۔ حر بن یزید ریاحی سدّ راہ ہوا، لیکن اس کے باوجود امام حسینؑ نے حُر اور اس کے پیاسے رسالے کو پانی پلادیا۔ اس طرح انہوں نے انسانیت کو یہ سبق دیا کہ اگر دشمن پر بھی وقت آپڑے تو ہمیں ایک باوقار اور شریفانہ انداز اپنانا چاہیے۔

حُر نے امامؑ کو کوفہ کی طرف نہ جانے دیا، چنانچہ امامؑ نے کربلا کا راستہ اختیار کیا، یہیں یہ المیہ واقع ہوا۔ کربلا میں امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگ اپنے دنیاوی مفادات کے غلام ہوچکے ہیں، اور دین و ایمان ان کی زبانوں پر صرف ایک

۱۔ مسعودی، مروج الذہب، ج ۳، ص ۶۸-۶۷

کم حیثیت تصور بن کر رہ گیا ہے، یہ دین کے اردگرد اسی وقت تک منڈلاتے رہتے ہیں جب تک یہ ان کے ذریعۂ معاش میں وافر منفعت پہنچاتا ہے، مگر جب تکلیف و مصیبت میں ان کا امتحان لیا جاتا ہے تو بہت تھوڑے لوگ ثابت قدم رہتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں......''

''تم دیکھ رہے ہو کہ ہم پر کیا افتاد آن پڑی ہے، دنیا کیسی منقلب ہوگئی ہے، اور یہ تغیر بدی کے لیے ہے، اس کی اچھائی یا نیکی پلٹ گئی اور جو کچھ تھوڑا بہت بچ رہا ہے وہ آخری قطرہ ہے، معاش کی قلت تو ساتھی جیسی چیز ہے اور ناخوشگوار (سوکھی) چراگاہ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق کا چلن اب ختم ہوگیا ہے اور ناحق اور جھوٹ لامتناہی ہے۔ ارے! کس طرح ایمان والے اللہ سے ملاقات کی تمنا کرتے ہیں؟ (جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے) میں تو موت (شہادت) کو ایک برکت و سعادت سمجھتا ہوں، اور ظالموں اور بدکاروں کے درمیان جینے کو ایک کرب و اذیت سے زیادہ کچھ نہیں جانتا''۔[۱]

تھوڑی دیر کے لیے اپنی ذات، نسل، قومیت اور عقائد سے قطع نظر کرکے ہر انسان کو اس پیغام کی روح کو سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ کیا یہ پیغام ہمیں اپنے عمل کو اپنے قول سے ہم آہنگ کرنے کی ہدایت نہیں کرتا، اور کیا ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ ہمارے قول و عمل لازمی طور پر اقدار و نیک نیتی پر مبنی ہونے چاہئیں اور ہمیں ایک ایسے متحرک سماجی، معاشی نظام کی تعمیر کے لیے کوشاں رہنا چاہئے، جس کا مقصد بنی نوع انسان کی زیادہ سے زیادہ بھلائی اور فلاح و بہبود ہو؟

عاشورہ کے دن نیکی اور بدی، حق اور ناحق، شیطانی اور رحمانی طاقتوں کے درمیان معرکہ شروع ہوا۔ امام حسینؑ اور ان کے رفقا بھوکے پیاسے قتل کرڈالے گئے۔

فرات کا پانی ان پر، ان کے رفقاء پر، یہاں تک کہ ان کے بچوں اور عورتوں پر بند کردیا گیا تھا۔ عورتیں، بچے اور بیمار سید سجادعلیؑ ابن الحسینؑ قیدی بنالیے گئے اور انہیں پہلے کوفہ (عراق) اور پھر دمشق (شام) میں لے جاکر قید میں ڈال دیا گیا۔ حضرت زینب(س)، حضرت ام کلثوم(س)، امام حسینؑ کی بہنوں اور صاحبزادہ علیؑ ابن الحسینؑ نے اپنے خطبوں میں کربلا کے جگر خراش واقعات کی تفصیل بتائی اور وہ اسباب بتائے جن کے نتیجہ میں واقعہ کربلا ظہور پذیر ہوا۔ ظالم اور شقی اچھی طرح پہچان لیے گئے۔ کوفہ اور دمشق کے راستوں اور ابنِ زیاد اور یزید کے درباروں میں، بالترتیب دیئے گئے بیحد مؤثر خطبوں نے کردار میں ہلچل اور خیالات میں تبدیلی پیدا کردی اور طرز حکومت کے بارے میں بھی

۱۔ الارشاد اور عبدالرزاق، المکرم الموسوی، ص ۹۴-۱۹۳

لوگوں کے تصورات میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کر دیں۔

مدینہ کے واقعات اور پھر مکہ اور کربلا کے سفر اور خود کربلا میں رونما ہونے والے واقعات، اور شہادت کے بعد قیدیوں کے قافلہ کے کوفہ اور دمشق کے سفر کے دوران اور خود دمشق میں رونما ہونے والے حوادث میں کتنے ہی مؤثر سماجی، سیاسی اور کلچرل سبق موجود ہیں۔[1] جو اس دور کی صورتِ حال پر بھی اثرانداز ہوئے اور اس کے بعد بھی۔ اس طرح امام حسینؑ نے:

۱۔ ایک ایسی حکومت کی تصدیق اخلاقی و ایمانی درستگی کی رو سے کرنے سے انکار کر دیا، جو بداطوار، معاشی اور سماجی طور پر بگڑی ہوئی تھی۔

۲۔ خونریزی سے بچانے کی خاطر مدینہ چھوڑا اور اس مقدس مقام کی حرمت کو بچانے اور آبادی کی حفاظت کی خاطر باہر نکل کر دشمن سے دوچار ہونے کو پسند کیا۔

۳۔ مظلوموں اور مجبوروں کو جو ظالموں سے مقابلہ کی ہمت و جرأت کھو چکے تھے ایک رہنمائی اور روحانی سربراہی عطا کی۔

۴۔ فوج میں کرائے کے سپاہی یا منفعت کی خاطر لوگوں کو بھرتی کرنے کے خلاف پیغام دیا کیونکہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ جہاد کیا وہ اپنی مرضی سے ازخود لڑے۔[2]

۵۔ حکومتِ جبر، جس کے بنوامیہ خواہاں تھے اور نئی نئی حکمتِ عملیاں اختیار کر رہے تھے، اسے مسترد کیا اور اس کو حقیر کر کے رکھ دیا۔ ان کا یہ قول کہ ''مجھے کہیں اور (بعض لوگوں کے مطابق ہندوستان) جانے دیا جائے'' امن اور تبلیغ حق کی خاطر ہجرت کے تصور کی بھرپور وضاحت کرتا ہے۔

۶۔ شہادت کے تصور کو بالکل صاف اور واضح طور پر بیان کر دیا، یہاں تک کہ کربلا کا ہر شہید شوق شہادت میں ایک دوسرے سے پہلے میدان جنگ میں جانے کا خواستگار نظر آیا۔

۷۔ ایک باعزت اور انصاف پر مبنی زندگی گزارنے کے حق کو مستحکم کر دیا، جب انہوں نے [حسینؑ نے] کہا کہ ''قسم خدا کی میں اپنا ہاتھ تمہیں [یزید کو] ایک ایسے شخص کی طرح بیعت کے لیے نہیں

۱۔ ملاحظہ ہو اردو اور ہندی میں شاعرانہ اظہارات میں کربلا بطور استعارہ پر راقم الحروف کا انگریزی مقالہ جو انٹرنیشنل کانفرنس آن کربلا اینڈ اٹس کلچرل رول، لندن، (نومبر ۱۱-۱۲، ۱۹۹۵ء) انگلستان، کے لیے لکھا گیا۔ مضمون زیرِ طبع تھا کہ پروفیسر روحانی قم، ایران، نے لکھ بھیجا کہ اس مقالہ کا انہوں نے عالمی انگریزی سروس کے لیے اپنی تقریر میں استعمال کیا۔

۲۔ شب عاشور امام حسینؑ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: ''انہیں صرف میرا سر درکار ہے میں اپنی بیعت سے تمہیں آزاد کرتا ہوں، تم جا سکتے ہو''۔ ان کا جواب تھا: ''نہیں، نہیں، امامؑ! ہمیں آپ کے ساتھ شہید ہونا زیادہ پسند ہے''۔

دوں گا جس کی عزت نفس چھین لی گئی ہو اور نہ ایک غلام کی طرح راہِ فرار اختیار کروں گا''۔[1]

۸۔ ظالم کے ہاتھوں انتہائی ظلم و جور کے باوجود انسان کو ایک دوسرے کی عزت و وقار کو سمجھنے کا سبق سکھایا۔ غور کیجیے ان حالات میں ان کی اولاد، اعزاء و اقرباء اور ان کے رفقاء میں سے ہر ہر فرد امام کے حکم کو کس طرح بجالایا۔

اب ہم خود اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں کہ:

وہ کون ہے جو مظلوموں کے لیے مثالی کردار ہے؟

وہ کون ہے جس نے چمن انسانیت کو اپنے خون سے سینچ کر اس میں توانائی پیدا کی؟

وہ کون ہے جو اپنے انوکھے انداز میں ظالموں اور جابروں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوگیا کہ وہ خود انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال سے باز آجائیں؟

وہ کون ہے جس نے انسان کو اتنے اعلیٰ درجے پر لاکھڑا کیا کہ ہر بدکار اور فاسق اللہ کے حق شناس اور نیکوکار بندوں سے خوف کھانے پر مجبور ہوگیا؟

وہ کون ہے جس نے علی الاعلان کہا کہ زندگی صرف سانس لینے کا نام نہیں، بلکہ یہ با مقصد اور باعزت جینے سے عبارت ہے۔

گونج اٹھتی ہے اور پھر گونج اٹھتی ہے
ہر ہر گوشے سے، ہر ہر کونے سے
ایک مسرور اور فاتحانہ آواز، حق کی نقیب، عہد ساز ایک آواز
انسان کے سچے ضمیر کی ترجماں آواز
اب تک ظلم وستم سہنے والے انسان کی عظمت کا اعلان کرتی
شہادت کے اعلیٰ مقاصد کی ہمنوا آواز
وہی صدائے تیز و واضح - کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے - نمازوں کے درمیان
یہ اسی کی ہے آواز جس کی گردن سے انقلاب کا مژدہ لیے فوارہ خون کا اُبلا
وہ کون ہے کہ وجود جس کا ہے ایک معتبر اساس بقائے ضمیر انسان؟

وہ کون ہے جو اپنے اور اپنے رفقاء کے سروں کی دے کے قربانی انقلاب کا اعلان کر رہا ہے الٰہی

۱۔ شیخ مفید، کتاب الارشاد، ترجمہ آئی۔ کے۔ اے۔ ہاورڈ، محمدی ٹرسٹ، لندن، انگلستان، ص ۳۵۲

مقصد کے لیے، الوہیت کی قربانگاہ پر
کیوں کج کلاہ جابر شہنشاہوں کے تاج ہیں لرزتے؟
کس نے پیغام حق، امن و آشتی کو اک حیات نو بخشی!
کس نے یہ بانگ دہل کہا: اے یزید! تو ناحق کا نمائندہ، پجاری ہے اس کا
تیرا سوال بیعت اب ہے فرسودہ، شکست خوردہ
وہ کون ہے فتح یاب خود اپنے خون میں نہایا کھڑا، مات دیتا
جابروں اور ظالموں کو آج، کل اور ہمیشہ ہمیشہ

کربلا کے سماجی، معاشی، سیاسی، اخلاقی اور مختصراً مذہبی اثرات کو اسی وقت صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے جب تجزیہ نگار کے ذہن میں بنی امیہ کے بیس سال کے دور حکومت میں پیدا کردہ فاسد اثرات پوری طرح اجاگر ہوں۔ ان میں ہر طرح کا ظلم و جور اور طاقت و ثروت کی تمام تر اجارہ داری، استحصال کرنے والے ایک ایسے طبقے کی پرورش جو صرف قبائلی نظام کے تحت ہوتا ہے، انتظامیہ میں تمام کلیدی اسامیوں اور دولت پر مکمل تسلط، صرف اپنی مرضی سے عوام کا خون بہانے کے جواز کے لیے ترکیبوں اور فریبی چالوں کا جال پھیلا دینا، عوام کی صعوبتوں اور محرومیوں کی پرواہ کئے بغیر بیت المال کو بیدردی سے اپنے ذاتی عیش و عشرت کے لیے لٹانا، عام زندگی کے معاشی اور سماجی معاملات میں ہر درجے پر، بدعنوانیاں اور بے ایمانیاں پھیلانا، یہ سب کچھ موجود تھا۔ اپنی بدعملیوں کو جائز قرار دینے کے لیے شریعت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا، جس کے نتیجے میں نظریۂ تقدیر گرائی (Fatalism) کا حامل گروہ وجود میں آیا، اور اس پر یقین رکھنے والوں نے حکمراں کی تمام غلط کاریوں کی تصدیق 'تقدیر' یا 'جبر' کہہ کر کی، حالانکہ یہ سب کچھ قرآن و حدیث کی ہدایات و تعلیمات کے برعکس ہے، اس لیے اب یہ امام برحق کی ذمہ داری تھی کہ وہ سوال بیعت کا جواب اپنی بھرپور 'نہیں' کے ساتھ دیں اور پھر اس ظالم اور اس کے لالچی گرگوں کا مقابلہ ایک ناقابل تسخیر عزم و استقلال کے ساتھ کریں۔

نواسۂ رسولؐ کے اعلان ''ایک باعزت موت ذلّت کی زندگی سے بہتر ہے'' نے انسان کے عزم و وقار کے ساتھ جینے اور روئے زمین پر اس کے خلیفۃ اللہ ہونے کے پیغام کو اس کی تمام تر معنویت کے ساتھ دوہرایا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے مطابق ''کربلا...... بنیادی طور پر انسانی وقار کی کہانی،...... انسان کی حقیقی شرافت، عظمت کی اعلیٰ ترین چوٹی تک انسانی سفر کی داستان ہے۔ یہ فرد واحد اور

اجتماعی زندگی کے اعلیٰ ترین اصولوں کو پیش کرتی ہے۔ یہ وحشیانہ غلامی سے آزادی تک کے سفر میں سنگ میل ہے۔ یہ اس بات کا ناقابل انکار ثبوت ہے کہ اس (آزادی) کا بنی نوع انسان میں قائم ہونا عین ممکن ہے، یہ [کربلا] روشنی کا وہ مینار ہے جو انسانیت کی رہنمائی کمال کی طرف کرتا ہے۔ جب کبھی بدی کی طاقتیں اس نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کے لیے اٹھتی ہیں، تو حسینؑ کا کارنامۂ عظیم اس کی درخشانی کو دوبالا کردیتا ہے، جس وقت انسانیت کے قدم راہ حق و حریت میں ڈگمگانے لگتے ہیں تو حسینؑ اس کا سہارا بن کر اسے بچالیتا ہے۔ جب جب جابر و آمر اپنے مال و زر اور اپنی طاقت و ہیبت کے نشے میں بدمست ہوکر سیدھے سادے، بے یار و مددگار حق کے پرستاروں کو ہراساں کرنے لگتے ہیں، اور جب جب مذہب اور حق پرستوں کی [بظاہر] ناکامیاں خود حق کی حقانیت پر شبہات اور وسوسوں کا سایہ ڈالنے لگتی ہیں تو تحفظ حق کے مقصد کے لیے حسینؑ کا دلیرانہ ثبات عزم، صبر و استقامت کا ناقابل فراموش سبق دیتا ہے اور انہیں ناامیدی اور دست نگری سے بچالیتا ہے۔ جب ظالموں کی طاقت کا طوفان چڑھ کر کسی فرد کو خوفزدہ اور دل شکستہ کردیتا ہے، اس وقت حسینؑ کی شخصیت کی مثال اسے یاد دلاتی ہے کہ وحشیانہ طاقت و جبر کی متحرک مدافعت کی مسؤلیت خود اس پر عائد ہوتی ہے...... حسینؑ دنیا والوں پر یہ سچ آشکار کرتے ہیں کہ زندگی کا مطلب جیسے بھی بن پڑے صرف جیتے رہنا ہی نہیں ہے"۔[۱]

کربلا بربریت کے خلاف انسانیت کے اعلیٰ نظام کو آشکار کرتی ہے۔ باغیانہ طرز فکر کے خلاف رضائے الٰہی کے سامنے خود کو پوری طرح سونپ دینے اور ناحق کے مقابلہ میں حق کے جمے رہنے کا نام کربلا ہے۔ سخت ترین امتحان کی گھڑی میں امام حسینؑ نے جس یقین محکم کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ انسانی میں یکتا اور لامثال ہے۔ یہ اللہ پر لامنتہا یقین کا مظہر ہے۔

کربلا کے سماجی و معاشی اثرات کو، روزانہ زندگی میں انسان کا ضمیر جو کردار ادا کرتا ہے، اس کی روشنی میں بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ امام حسینؑ "...... کے اس عمل کو شیعہ مصنفین نے ایسی قربانی سے تعبیر کیا ہے جس کے ذریعے ملت اسلامی میں محمدؐ کے پیدا کردہ اس ماحول اور تصور کو جسے بنوامیہ کے دنیاپرستی میں ڈوب جانے کی وجہ سے، خطرہ لاحق ہوگیا تھا، مسلمانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر ایک بار پھر متحرک کردیا جائے"۔[۲]

۱- دی مارٹرڈم آف کربلا، ترجمہ محمد اقبال صدیقی، نور پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ہندوستان ۱۹۸۵، ص ۶۱

۲- موجان مومن، این انٹروڈکشن ٹو شیعی اسلام، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۸۵، ص ۶۳

خود حکمرانوں کے طرز عمل کو بھی سمجھنا ضروری ہے کیونکہ وہی اپنے لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ عام آدمی عام طور پر اپنے حکمرانوں کی منشاء اور احکامات سے متاثر ہوتا ہے۔ کربلا نے اپنی شہادتوں کے ذریعہ نیک و بد، فیض رسانی اور لاپرواہی، اسلامی معاملات کی پابندی اور اس کی متضاد صورت کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا۔

''......اس میں شک نہیں کہ یزید کے بعد بھی بادشاہت باقی رہی اور یزید کے بعد مقرر ہونے والے بادشاہوں کے کردار، رویّے اور ذاتی زندگی کے کاروبار یزید سے بہت زیادہ مختلف نہیں تھے لیکن حسینؑ کی اس قربانی کے نتیجے میں سب سے بڑا فرق سوچ اور انداز فکر میں آیا کہ اس نے اسلامی اصول و معیار اور حکمرانوں کے ذاتی کردار دونوں کے درمیان ایک واضح حدّ فاصل اور خط امتیاز کھینچ دیا''۔[۱]

ہماری روز مرہ کی زندگی میں پانی، جو مسلم معاشرے میں ''کربلا کی پیاس کی علامت بن گیا'' کہیں بھی مانگا جاسکتا ہے اور بلا تفریق سن و سال، کوئی بھی کسی دوسرے شخص کو پیش کرسکتا ہے۔ اس طرح کوئی بزرگ کسی چھوٹے کو پانی دینے اور اسی طرح کسی سے اسے مانگنے پر کوئی رکاوٹ یا ہتک محسوس نہیں کرتا۔ عام جگہوں اور عام راستوں پر کربلا کے شہیدوں کی یاد میں سبیلیں لگائی جاتی ہیں، جو تین دن کی بھوک پیاس میں بے دردی سے قتل کردیئے گئے تھے۔ اسی طرح بھوکوں اور ضرورت مند بچوں خصوصاً یتیموں اور عورتوں کو کربلا کے شہیدوں کی یاد میں، امداد پہنچائی جاتی ہے۔ انجیل میں بھی شہیدوں کے بارے میں اس طرح کہا گیا ہے: ''بابرکت ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی وجہ سے بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں، کیونکہ انہیں [اجر سے] مالا مال کیا جائے گا''۔[۲]

محرم اور غم کے دوسرے مواقع پر فراخ دلی سے تبرک تقسیم ہوتا ہے جس سے غریبوں اور مفلسوں سمیت بہت سے لوگوں کو کھانے کا سامان ملتا ہے۔ یہ بھی ایک ایسا معاشی عمل ہے جس کی وجہ سے ایک بڑی تعداد میں لوگوں کو آمدنی کے ذرائع حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح محرم کے مہینہ اور اس سے پہلے اور بعد لاکھوں تعزیوں اور ضریحوں کی تیاری کے سلسلے میں بہت بڑی تعداد میں کاریگروں کو روزی روٹی ملتی ہے۔ اس کے لیے خام مال فراہم کرنے والوں کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ماہر فن قسم کے کاریگروں کو اپنے فن کے مظاہرے کا موقع بھی ملتا ہے۔ ان فنکاروں اور ان کے آباء و

۱- ایس۔ ایم۔ ایچ۔ جعفری، اوریجنس اینڈ ارلی ڈولپمنٹ آف شیعہ اسلام، لانگ مین، لندن اور نیویارک ۱۹۷۹، ص ۲۹۳

۲- سینٹ میتھیوز [St. Mathewss] ۶ : ۲

اجداد کی سرپرستی ہندوستان کے راجے رجواڑے اور رؤساء ایک عرصے سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ موم کی ضریح جو لکھنؤ کے چھوٹے امام باڑے میں رکھی ہوئی ہے، جسے اودھ کے حکمراں، محمد علی شاہ نے اولاً بنوایا تھا وہ خود بہترین شاہکاروں میں شمار ہوتی ہے۔[۱]

اسی طرح طغروں کی تیاری (جس میں خوبصورت آرائشی کھدائی اور نقش کا کام ہوتا ہے) جن میں کربلا کو مختلف جہت سے اور قرآنی آیات کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں، جو لوہے اور چاندی دونوں سے بنائی جاتی ہیں، اور جنہیں منّت کے طور پر پہنایا جاتا ہے، کربلا کے ان مظلوموں کی یاد دلاتی ہیں جو قید کیے گئے تھے، خصوصاً بیمار کربلا علیؑ ابن الحسینؑ کی، علم اور اس کے پٹکے (زری، کامدانی یا کلابتو کے کام سے سجایا ہوا کپڑا جو علم میں لٹکایا جاتا ہے) اور پھریرے (جو علم کی چھڑ یا بانس میں اس کے اوپری سرے سے لپیٹے جاتے ہیں) یہ سب چیزیں مختلف قسم کی دستکاری کے نمونے ہوتے ہیں۔ اسی طرح المیۂ کربلا بیان کرنے کے لیے (ذاکروں کے) منبر، لکڑی پر کام کی فنکاری کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

''کربلا میں امام حسینؑ اور ان کے رفقاء کی قربانیوں نے نہ صرف مسلم دنیا پر گہرا اثر چھوڑا بلکہ بنی نوع انسان کے ان تمام گروہوں پر بھی جو حق مطلق اور اعمال صالحہ سے محبت کرتے ہیں''۔[۲]

''کربلا کے سانحہ کو سن کر افغانستان کے بدھ مذہب والوں نے دہشت گردی اور ظلم و جور کے خلاف احتجاج کیا اور حسینؑ کی یاد میں جھنڈے پھیرائے۔ عراق میں رہنے والے بہت سے ہندوستانی نژاد لوگ سدھ بھوگ دتا کی رہنمائی میں (جنہیں عام طور پر حسینی برہمنوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) امیر مختار ثقفی کے ساتھ خون حسینؑ کی انتقامی مہم میں میں شریک ہوئے۔ ...... سندھ کے ہندو

۱- مزید تحقیق اور حوالے کے لیے مصدقہ مواد جمع کیا جانا چاہئے۔

۲- جنوبی ہندوستان میں ایک قبیلہ 'پاروی' پرندوں کے شکار اور جنگلی پھلوں کی فروخت پر زندگی گزارتا ہے۔ ان کے قبائلی گیتوں میں کربلا اور محرم اس طرح شامل ہوگئے ہیں:

چھوٹا بھائی: آؤ بڑے بھائی! ہم چڑیاں پکڑیں، اس بار میں پکڑوں گا...... بہت سے طوطے اور فاختائیں، مینا، جو لااوبالی لڑکیوں کی طرح پھدکتی پھرتی ہیں۔

بڑا بھائی: نہیں پیارے بھائی، نہیں! ہم شکار کے لیے نہیں جاسکتے۔ تم جانتے ہو کہ یہ محرم کا مہینہ ہے۔

چھوٹا بھائی: محرم کا مہینہ! محرم آگیا؟ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں کفن کی طرح کالا کپڑا پہنوں گا، علم بنانے کے لیے کھجور کا ایک لمبا سا پتا تلاش کروں گا، اور غم [و ماتم] میں چھاتی پیٹوں گا۔

ذیشان حیدر، پتا پتا، بوٹہ بوٹہ، الجواد، ج ۱۳، شمارہ ۹، ستمبر ۱۹۹۵، ص ۲۷

راجا داہر کا حسینؑ کی اولاد میں سے دو معصوم بچوں کی جان بچانے کی کوشش میں اپنی زندگی اور حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے باوجود مثالی جذبۂ فداکاری کو دنیا میں حق و انصاف سے محبت کرنے والوں کی تاریخ میں سنہرے لفظوں سے لکھا جانا چاہئے۔" صدیوں سے محرم ایک مشترکہ کلچرل کا حصّہ بن چکا ہے۔ امام حسینؑ کے بہت سے ہندو معتقد تھے۔ ہندوستان کے سابق رجواڑوں میں جے پور، گوالیار اور دوسری متعدد جگہوں پر ہندو عظیم الشان تعزیہ رکھتے تھے......"۔ [۱] (السٹریٹیڈ ویکلی، [انگریزی] ہندوستان، ۱۴ دسمبر ۱۹۶۰)

ہمیں جو امام حسینؑ کے معتقد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں خود کو اس اعتماد کے لائق بنانا چاہیے، جس کا ہم سے تقاضہ ہے۔ ہمیں امام کے اس استغاثے "هل من ناصر ينصرنا" اور "هل من مغيث يغيثنا" (کوئی ہے جو میری مدد کو آئے، کوئی ہے جو میری محافظت کو آئے؟) کا اپنے عمل سے خاطر خواہ جواب دینا چاہئے۔

ہم پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ:

کوئی پیاسا نہ رہے
کوئی بھوکا نہ رہے
کہیں کوئی ظلم نہ ہو
کہیں کوئی جبر و زیادتی نہ ہو
کسی کمزور کی اپنی بیچارگی پر آہ نہ نکلے
کسی کو اذیت نہ دی جائے
کسی کی حق تلفی نہ ہو
طاقتور کمزوروں کے حقوق کو پامال نہ کریں
بچوں اور عورتوں سمیت کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔
کسی کے معصوم رخساروں پر آنسو نہ بہیں

ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ایک ایسے سماجی و معاشی نظام کو قائم کرنے اور اسے قائم و

۱۔ ایس۔این بیاہوت: حسین، دی سمبل آف ٹروتھ اینڈ ورچو، یادگاری مجلہ، حضرت امام حسین: چودھویں صدی تقریبات، پٹنہ، ہندوستان ۱۹۸۴، ص ۵۳ سے ماخوذ: ترجمہ انگریزی مضمون Socio-economic Impact of Karbala

دائم رکھنے کی کوشش کرے، جو ایک انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان کے استحصال سے پاک ہو۔ ایسے انسان دوست نظام کی موجودگی ایک ایسے سماج کی بقا کی ضامن ہوگی جو امن و انصاف سے پُر ہوگا، جس میں ہر فرد مکمل آزادی کے ساتھ سانس لے سکے گا اور جس میں ہر فرد پورے اعتماد و یقین کے ساتھ سر اٹھا کر چلے گا۔ کربلا نے ہمیں انصاف اور امن سے محبت کرنا سکھایا ہے اور خالق کی مکمل فرمانبرداری کرتے ہوئے زندگی گزارنے کا سبق دیا ہے۔

امام حسینؑ کے مایۂ نازعمل سے واقفیت کو بنی نوع انسان میں عام ہو لینے دیجیے، اسے غنودگی کی کیفیت سے نکل لینے دیجیے تو پھر پوری دنیائے انسانیت اردو کے مشہور شاعر جوش ملیح آبادی کا یہ شعر دہرائے گی:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ